تقریر

تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7منٹ

حضرت مسیح موعودؑ کے وجود کی علّتِ غائی

اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا (الاحزاب:71)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔

مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
مَیں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

(درثمین)

معزز سامعین! مجھے آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی علمی ذخیرے میں سے ایک جملہ **"یہی اَفعال (سچائی، ایمان اور تقویٰ) میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں"** پر اظہارِ خیال کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی معرکہ آراء کتاب "کتاب البریہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اب میرے زمانہ میں بھی یہی حالت ہے۔ سو مَیں بھیجا گیا ہوں تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو **سو یہی افعال میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں۔** مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہو گا۔ بعد اِس کے کہ بہت دُور ہو گیا تھا۔ سو مَیں اِنہی باتوں کا مجدّد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں اور منجملہ اِن اُمور کے جو میرے مامور ہونے کی علّتِ غائی ہیں مسلمانوں کے ایمان کو قوی کرنا ہے اوران کو خدا اور اُس کی کتاب اور اُس کے رسول کی نسبت ایک تازہ یقین بخشنا اور یہ طریق ایمان کی تقویت کا دو طَور سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آیا ہے۔ **اوّل** قرآن شریف کی تعلیم کی خوبیاں بیان کرنی اور اُس کے اعجازی حقائق اور معارف اور انوار اور برکات کو ظاہر کرنے سے جن سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میری کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ کتابیں قرآن شریف کے عجائب اسرار اور نکات سے پُر ہیں اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جس قدر مسلمانوں کا علم قرآن شریف کی نسبت ترقی کرے گا اُسی قدر اُن کا ایمان بھی ترقی پذیر ہو گا۔"

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 293-296۔ حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اپنے آنے کا مقصد بیان فرمایا ہے وہ بیان کرنے سے قبل علّتِ غائی کے لغوی معنی جان لیتے ہیں۔ علّتِ غائی دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ عِلّت کے معانی سبب اور باعث کے ہیں اور غائی کے معانی آخری اور انتہا کے ہوتے ہیں جبکہ علّتِ غائی کے معانی ہوں گے۔ ماحصل، مقصودِ اعلیٰ۔ تقریر کے عنوان کے معانی ہوں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود اور آپؑ کی آمد کی علّتِ غائی یعنی مقصودِ اعلیٰ سچائی، ایمان اور تقویٰ کا قیام ہے۔ ایک اَور بات جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سچائی، ایمان اور تقویٰ کے نام پر کرنے کو "اَفعال" کہہ کر اپنی آمد کی "علّتِ غائی" بیان فرمائی ہے۔ لفظِ اَفعال، فعل کی جمع ہے جس کے معانی ایسے عمل، کام کاج اور کسب کے ہوتے ہیں جن میں تسلسل پایا جائے۔ یعنی روز کا معمول ہو بلکہ زندگی کا حصّہ ہو۔ یہ نہیں کہ کبھی کبھار کر لیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے یہاں "میرے وجود" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں یعنی جو شخص بھی اِن تین باتوں سچائی، ایمان اور تقویٰ کو حرزِ جان بنائے گا وہ میرے وجود کا ہی حصّہ ہو گا۔ آپؑ ایک جگہ اپنے ماننے والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ "میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو" تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی یہ کام کرنے والے ہیں وہ آپؑ کے وجود کی سرسبز شاخیں ہیں جو روٹ یعنی جڑ سے غذا لے کر نہ صرف سرسبز رہتی ہیں بلکہ پھل پھول بھی دیتی ہیں اور زندہ رہتی ہیں اور دوسروں کے لئے زندگی کا باعث بھی بنتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"مَیں بار بار اور کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ ظاہر نام میں تو ہماری جماعت اور دوسرے مسلمان دونوں مشترک ہیں۔ تم بھی مسلمان ہو۔ وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ تم کلمہ گو ہو۔ وہ بھی کلمہ گو ہیں۔ تم بھی اتباعِ قرآن کا دعویٰ کرتے ہو۔ وہ بھی اتباعِ قرآن ہی کے مدعی ہیں۔ غرض دعوؤں میں تو تم اور وہ دونوں برابر ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ صرف دعووں سے خوش نہیں ہوتا جب تک کوئی حقیقت ساتھ نہ ہو اور دعویٰ کے ثبوت میں کچھ عملی ثبوت اور تبدیلی حالت کی دلیل نہ ہو۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 604۔ جدید ایڈیشن)

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہم سے عملی ثبوت چاہتے ہیں۔ اس لئے اگر ہم خود اپنی حالتوں کے یہ جائزے لیں تو زیادہ بہتر طور پر اپنا محاسبہ کر سکتے ہیں۔ دوسرے کے کہنے سے بعض دفعہ انسان چڑ جاتا ہے یا بعض دفعہ سمجھانے سے انانیت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے اور اپنے جائزے لینے کے لئے یہ مدّ نظر رکھنے کی ضرورت ہے، ہر وقت یہ ذہن میں ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر لحہ مجھے دیکھ رہا ہے اور مَیں نے ایک عہدِ بیعت باندھا ہوا ہے جس کو پورا کرنا میرا فرض ہے تو پھر انسان اپنا محاسبہ بہتر طور پر کر سکتا ہے۔ ایک احمدی چاہے وہ جتنا بھی کمزور ہو، پھر بھی اس کے اندر نیکی کی رمق ہوتی ہے اور جب بھی احساس پیدا ہو جائے تو نیکی کے شگوفے پھوٹنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس ہر ایک کو اعمال کے پانی سے اس نیکی کو زندہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کو تر و تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے درد کو محسوس کرنے کی ضرورت ہے۔ جن کو احساس ہو جائے اُن کی حالت دیکھتے ہی دیکھتے سوکھی ٹہنی سے سرسبز شاخ میں بدلنا شروع ہو جاتی ہے۔ کئی مجھے خط لکھتے ہیں، خطوں میں درد ہوتا ہے کہ ہمارے اندر وہ پاک تبدیلی آ جائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ پس جو بھی اپنے احساس کو ابھارنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ جو ماں سے بھی بڑھ کر اپنے بندے کو پیار کرنے والا ہے، اپنی طرف آنے والے کو دوڑ کر گلے سے لگاتا ہے تو پھر ایسے لوگوں کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک سنہری موقع ہمیں اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کا عطا فرمایا ہے، اس سے ہم اگر صحیح طور پر فائدہ نہیں اٹھائیں گے تو یہ ہماری بد نصیبی ہو گی۔"

(خطبہ جمعہ 22/ اپریل 2011ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ہمیں اپنی حالتوں کی طرف دیکھنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اگر ہم دیکھیں کہ ہم کس کی اولادیں ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنے اندر کیا پاک تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ اس بات پر اگر ہم غور کریں اور یہ عہد کریں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کے نام کو بٹّہ نہیں لگنے دینا تو یہ خود اصلاحی کا جو طریق ہے یہ زیادہ احسن رنگ میں ہمارے تقویٰ کے معیار بلند کرے گا۔ ہمیں نیکیوں کے بجالانے کی طرف راغب کرے گا۔ اور زندہ قوموں کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ اُن کے پُرانے بھی اپنی قدروں کو مرنے نہیں دیتے اور خوب سے خوب تر کی تلاش کرتے ہیں، اپنے معیار بلند کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور نئے آنے والے بھی ایک نئی روح کے ساتھ جماعت میں شامل ہوتے ہیں اور جب وہ پُرانوں کے اعلیٰ معیار دیکھتے ہیں تو مزید مسابقت کی روح پیدا ہوتی ہے اور یوں نیکیوں کے معیار قومی سطح پر بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ پس جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو مان کر اپنی حالتوں کو بھی بدلنا ہے اور دنیا میں بھی ایک انقلاب پیدا کرنا ہے تو اس کے لئے مستقل جائزے لینے ہوں گے۔ صرف اپنے جائزے نہیں لینے ہوں گے۔ اپنے بیوی بچوں کے بھی جائزے لینے ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے لکھا ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی حالت اور اس کے قول و فعل کی سب سے زیادہ رازدار ہوتی ہے۔ اگر مرد صحیح ہو گا تو عورت بھی صحیح ہو گی، ورنہ اُسے آئینہ دکھائے گی کہ میری کیا اصلاح کرنے کی کوشش کر رہے ہو پہلے اپنی حالت کو تو بدلو۔ پس عورتوں کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ مَردوں کی اپنی حالتوں میں بھی پاک تبدیلیاں پیدا ہوں۔ ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ عورتوں کی اصلاح ہو جائے تو اگلی نسلوں کی اصلاح کی بھی ضمانت مل جاتی ہے۔ پس اگلی نسلوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے، اُنہیں دین پر قائم رکھنے کے لئے مَردوں کو اپنی حالت کی طرف سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پھر یہ عورت اور مرد کے جو نمونے ہیں، ماں باپ کے جو نمونے ہیں، خاوند بیوی کے جو نمونے ہیں یہ بچوں کو بھی اس طرف متوجہ رکھیں گے کہ ہمارا اصل مقصد دنیا میں ڈوبنا نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 22/ اپریل 2011ء)

سامعین! اب ہم مختصر سی تمہید کے بعد ایک مؤمن کی تینوں صفات کو بالترتیب بیان کرتے ہیں۔ سب سے پہلے سچائی کا نمبر آتا ہے۔ سچائی، اخلاقِ حسنہ میں سے ایک بنیادی خُلق ہے جو تمام اخلاقِ حسنہ پر حاوی ہے۔ یہ اِسی طرح ہے جیسے جھوٹ، اخلاقِ سیّئہ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جھوٹ انسان کے تمام اچھے اخلاق کو بھسم کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنّت کی طرف اَور انسان سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ اور فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق جہنّم کی طرف اَور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذّاب لکھا جاتا ہے۔

(حدیقۃُ الصالحین حدیث نمبر 705)

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں سچ بولنے، قولِ سدید اختیار کرنے اور جھوٹ و قولِ زُور سے اجتناب برتنے کی طرف بہت زیادہ توجہ دلائی ہے۔ جھوٹ ایک ایسا وسیع گناہ ہے کہ بہت سے جرائم اور بُرے اخلاق کا تعلق جھوٹ سے آملتا ہے جیسے بہتان تراشی، اتّہام، بدظنّی، طعن و تشنیع، چغل خوری، تجسّس، غیبت، تمسخر، تکبّر و فسق، خیانت، نام بگاڑنے وغیرہ۔ یہ ایسی بُرائیاں ہیں جن میں جب تک جھوٹ کی ملونی نہ ہو اُس وقت تک یہ بدی، بدی نہیں کہلاتی۔ جھوٹی شہادت بھی اِسی زُمرے میں آتی ہے۔ گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ سچ اور جھوٹ ساتھ ساتھ اکٹھے چلتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شک میں ڈالنے والی باتوں کو چھوڑ دو، شک سے مبرّا یقین کو اختیار کرو کیونکہ یقین بخش سچائی اطمینان کا باعث ہے اور جھوٹ اضطراب اور پریشانی کا موجب ہوتا ہے۔

(حدیقۃُ الصالحین حدیث نمبر 706)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچائی کے متعلق فرماتے ہیں۔

"یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیادار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مگر مَیں کیوں کر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے کسی ایک میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ جو شخص سچائی کو اختیار کریگا کبھی نہیں ہو سکتا کہ غریب ہو اور خدا تعالیٰ جیسا کوئی اور مضبوط قلعہ اور حصار نہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 239)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سچ میں ایک جرأت اور دلیری ہوتی ہے۔ جھوٹا انسان بزدل ہوتا ہے۔ وہ جس کی زندگی ناپاکی اور گندے گناہوں سے ملوث ہے وہ ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہے اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک صادق انسان کی طرح دلیری اور جرأت سے اپنی صداقت کا اظہار نہیں کر سکتا اور اپنی پاکدامنی کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ دنیوی معاملات میں ہی غور کر کے دیکھ لو کہ کون ہے جس کو ذراسی بھی خدا نے خوش حیثیتی عطا کی ہو اور اس کے حاسد نہ ہوں۔ ہر خوش حیثیت کے حاسد ضرور ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی لگے رہتے ہیں۔ یہی حال دینی امور کا ہے۔ شیطان بھی اصلاح کا دشمن ہے۔ پس انسان کو چاہئے کہ اپنا حساب صاف رکھے اور خدا سے معاملہ درست رکھے۔ خدا کو راضی کرے پھر کسی سے خوف نہ کھائے اور نہ کسی کی پرواکرے۔ ایسے معاملات سے پرہیز کرے جن سے خود ہی مَوردِ عذاب ہو جاوے مگر یہ سب کچھ بھی تائیدِ غیبی اور توفیق الٰہی کے سوا نہیں ہو سکتا۔ صرف انسانی کوشش کچھ بنا نہیں سکتی جب تک خدا کا فضل شامل حال نہ ہو۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (النساء:29)۔ انسان ناتواں ہے، غلطیوں سے پُر ہے، مشکلات چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ پس دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرے۔ اور تائیداتِ غیبی اور فضل کے فیضان کا وارث بنادے۔"

(ملفوظات جلد پنجم، طبع جدید، صفحہ 543)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سچائی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"انبیاء دنیا میں بگڑی ہوئی مخلوق کو، جو مخلوق اپنے خدا سے پرے ہٹ جائے اور بگڑ جائے اُس مخلوق کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مبعوث فرماتا ہے تاکہ انہیں خدا تک پہنچا سکیں اور یہ سیدھا راستہ سچائی پر قائم ہوئے بغیر نہیں مل سکتا۔ اسی لئے تمام انبیاء سچائی کی تعلیم دیتے رہے اور جرأت سے حق پر قائم رہتے ہوئے ایک خدا کی طرف بلاتے رہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اب دین مکمل کرنے کا وقت آگیا ہے، اب انسانی سوچ بلوغت تک پہنچ چکی ہے تو پیکر صدق وجود حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مبعوث فرمایا، جنہوں نے ہر معاملے میں بڑے سے بڑے معاملے سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے معاملے تک ہمیں سچ پر قائم رہنے کی اور ہمیشہ اس پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! اب تم ایمان لے آئے ہو اس

ایمان پر مزید یقین بڑھانا ہے تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہر وقت اس کا خوف تمہارے دل میں رہے اور ہمیشہ حق بات کی طرف بلانے والے، حق دکھانے والے اور سچ بولنے والے اور کہنے والے بنو اور اس کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے کہ صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ، سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور اب دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی صادق نہیں جو اتنی گہرائی اور باریکی میں جا کر تمہیں حق، سچ اور صدق کی تعلیم دے۔ اس لئے اس نبی کے ساتھ چمٹ جاؤ اور اس تعلیم پر عمل کرو جو اس سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے علم پا کر تمہیں دی ہے۔ اور پھر ہم احمدیوں کی اور بھی زیادہ خوش قسمتی ہے اس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں، اس کی جتنی بھی حمد کریں کم ہے، کہ اس نے ہمیں اس زمانے میں حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانے کے امام مسیح اور مہدی علیہ السلام کے دعوے کو ماننے کی توفیق بھی دی۔ جنہوں نے ہمیں اس حسین تعلیم کے باریک در باریک نکات کو مزید کھول کر دکھایا اور بتایا۔ اور اس سچی تعلیم کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کی تفصیل سے نصائح فرمائیں۔“

(خطبہ جمعہ 19 دسمبر 2003ء)

سامعین! دوسرے نمبر پر مؤمن کا اللہ، اُس کے رسول، اُس کی کتاب، اُس کے فرشتوں، آخرت اور جزاء سزا پر ایمان مراد ہے۔ انہی چیزوں پر ایمان و یقین اور پختہ ایقان پیدا کرنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی علّت غائی تھی، ہے اور آئندہ کے لئے ہوگی اِن معنوں میں کہ خلافت کے مبارک نظام کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود کی اِس علّتِ غائی پر تا قیامت کام ہوتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں پچاس کے قریب مقامات پر ایمان کا ذکر فرمایا ہے۔ اِن کا ذکر ہم بڑی تفصیل سے کچھ تقاریر میں کر آئے ہیں۔ سورۃ التوبہ آیت 71 میں فرماتا ہے کہ مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ، اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جن پر اللہ رحم کرے گا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصّہ دوسرے حصّے کو تقویت پہنچا رہا ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں خوب اچھی طرح سے پیوست کر کے بتایا (کہ ایک حصّہ دوسرے کے لیے اس طرح تقویت کا باعث ہوتا ہے)۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ حدیث 481)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو مؤمنوں کو ان کے آپس کے رحم، محبت و شفقت کرنے میں ایک جسم کی طرح دیکھے گا۔ جب جسم کا ایک عضو بیمار ہوتا ہے۔ اس کا سارا جسم اس کے لئے بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔

(بخاری کتاب الادب حدیث 6011)

ایک اَور موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کا معاملہ سراسر خیر ہے اور یہ مؤمن کے علاوہ کسی کے لیے نہیں۔ اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے یہ (بھی) اس کے لیے خیر ہے۔

(مسلم کتاب الزھد والرقائق باب المؤمن امرہ کلہ خیر۔ حدیث 5304)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔“

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

پھر حضورؑ فرماتے ہیں۔

”قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ مؤمن کی ہر ایک چیز بابرکت ہو جاتی ہے جہاں وہ بیٹھتا ہے وہ جگہ دوسروں کے لئے موجب برکت ہوتی ہے۔ اس کا پس خوردہ اوروں کے لئے شفا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک گنہگار خدا تعالیٰ کے سامنے لایا جاوے گا۔ خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تونے کوئی نیک کام کیا؟ وہ کہے گا کہ نہیں۔ پھر

خدا تعالیٰ اس کو کہے گا کہ فلاں مؤمن تو ملا تھا وہ کہے گا خداوند مَیں ارادتاً تو کبھی نہیں ملا وہ خود ہی ایک دن مجھے راستہ میں مل گیا۔ خدا تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ پھر ایک اور موقعہ پر حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرے گا کہ میرا ذکر کہاں پر ہو رہا ہے؟ وہ کہیں گے کہ ایک حلقہ مؤمنین کا تھا جہاں دنیا کے ذکر کا نام ونشان بھی نہ تھا؛ البتہ ذکر الٰہی آٹھوں پہر ہو رہا ہے۔ اُن میں ایک دنیا پرست شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ مَیں نے اس دنیادار کو اس ہم نشینی کے باعث بخش دیا۔ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جہاں ایک مؤمن امام ہو اس کے مقتدی پیش ازیں کہ وہ سجدہ سے سر اُٹھاوے بخش دیئے جاتے ہیں۔

مؤمن وہ ہے کہ جس کے دل میں محبتِ الٰہی نے عشق کے رنگ میں جڑ پکڑلی ہو۔ اس نے فیصلہ کرلیا ہو کہ وہ ہر ایک تکلیف اور ذلّت میں بھی خدا تعالیٰ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ اب جس نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کب کسی کا کانشنس کہتا ہے کہ وہ ضائع ہوگا کیا کوئی رسول ضائع ہوا؟ دنیا ناخنوں تک اُن کو ضائع کرنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن وہ ضائع نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ کے لیے ذلیل ہو وہی انجام کار عزت وجلال کا تخت نشیں ہوگا۔ ایک ابو بکرؓ ہی کو دیکھو جس نے سب سے پہلے ذلّت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلے کچھ نہ کچھ دکھ اٹھانا پڑتا ہے کسی نے سچ کہا ہے۔

عشق اوّل سرکش وخونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

عشق الٰہی بے شک اول سرکش وخونی ہوتا ہے تاکہ نااہل دور ہوجاوے۔ عاشقانِ خدا تکالیف میں ڈالے جاتے ہیں۔ قسم قسم کے مالی اور جسمانی مصائب اُٹھاتے ہیں اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل پہچانے جاویں۔ خدا تعالیٰ نے یہ امر مقرّر کردیا ہے کہ جب تک کوئی پہلے دوزخ پر راضی نہ ہوجاوے بہشت میں نہیں جاتا۔ بہشت دیکھنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو پہلے دوزخ دیکھنے کو تیار ہوتا ہے۔ دوزخ سے مراد آئندہ دوزخ نہیں بلکہ اس دنیا میں مصائب شدائد کا نظارہ مراد ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 31 ایڈیشن 1988ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''ہر احمدی کو چاہے وہ کسی بھی مقام پر ہو، ہمیشہ یہ سمجھنا چاہئے کہ مَیں نے اپنے عہدِ بیعت کو قائم رکھنے کے لئے، اپنے ایمان کو قائم رکھنے کے لئے ہر حالت میں صدق اور تقویٰ کا اظہار کرتے چلے جانا ہے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والا بن سکوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''مَیں کثرتِ جماعت سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ حقیقی جماعت کے معنے یہ نہیں ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر صرف بیعت کرلی بلکہ جماعت حقیقی طور سے جماعت کہلانے کی تب مستحق ہوسکتی ہے کہ بیعت کی حقیقت پر کاربند ہو۔ سچے طور سے اِن میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہوجاوے اور اُن کی زندگی گناہ اور آلائش سے بالکل صاف ہوجاوے۔ نفسانی خواہشات اور شیطان کے پنجے سے نکل کر خدا تعالیٰ کی رضا میں محو ہوجاویں۔ حق اللہ اور حق العباد کو فراخ دلی سے پورے اور کامل طور سے ادا کریں۔ دین کے واسطے اور اشاعتِ دین کے لئے اُن میں ایک تڑپ پیدا ہوجاوے۔ اپنی خواہشات اور ارادوں، آرزوؤں کو فنا کرکے خدا کے بن جاویں۔ متقی وہی ہیں کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر ایسی باتوں کو ترک کردیتے ہیں جو منشاء الٰہی کے خلاف ہیں۔ نفس اور خواہشاتِ نفسانی کو اور دنیا ومافیہا کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہیچ سمجھیں''(ملفوظات جلد 5 صفحہ 454-455 جدید ایڈیشن)

(خطبہ جمعہ 22/ اپریل 2011ء)

سامعین! اپنے وجود کی تیسری اور آخری عِلّت غائی جو حضور علیہ السلام نے کتابُ البریّہ میں بیان فرمائی وہ ''تا دلوں میں تقویٰ پیدا ہو'' ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تقویٰ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیز گاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوّت بخشتی ہے اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔''

ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر تقویٰ کے حوالہ سے احبابِ جماعت کو یوں نصیحت فرمائی۔

''احمدی خواہ کسی قوم وملک کے ہوں، انہیں چاہئے کہ ان سب پر احمدیت کا ایک ہی رنگ چڑھا ہوا ہو اور وہ رنگ تقویٰ کا رنگ ہے، وہ رنگ خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کا رنگ ہے۔'' (جلسہ سالانہ جرمنی 2012ء کے موقع پر مستورات سے خطاب)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تقویٰ کی اہمیت، اُس کو اختیار کرنے کے خوشکن نتائج اور نہ اپنانے کی صورت میں بد نتائج کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ ال عمران آیت 103 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے مؤمنو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے اور ہر گز نہ مرنا مگر اِس حالت میں کہ تُم مکمّل فرمانبر دار ہو۔ اب دیکھیں! اِس آیت میں مؤمنوں کو یہ نصیحت کر دی کہ تمہاری موت فرمانبر داری کی حالت میں آنی چاہئے۔۔ گویا کہ کہا گیا ہے کہ تمہاری ساری زندگی اللہ سے ڈرتے ڈرتے بسر ہونی چاہئے کیونکہ موت کا تو کوئی وقت نہیں وہ تو کسی وقت آسکتی ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے الحجرات کی آیت 14 میں فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تُم میں زیادہ معزّز وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ اللہ یقیناً متّقی، بے نیاز اور لوگوں کی نظر سے پوشیدہ بندے کو پسند کرتا ہے۔

(حدیقۃُ الصالحین حدیث نمبر 108)

ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ پرہیز گار بنو تُم سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے۔

(حدیقۃُ الصالحین حدیث نمبر 111)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

” اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا وَّیُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ (الانفال:30) وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِهٖ (الحدید:29) یعنی اے ایمان والو! اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دے گا۔ وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آجائے گا۔ تمہاری عقل میں بھی نور ہو گا اور تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہو گا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہو گا اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہو گا اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہ نورانی ہو جائیں گی۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 177-178)

پس یہ ہر وقت صرف اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خوف ہے جو بندے کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اُسے دنیاوی خوفوں سے بچا کر بھی رکھتا ہے۔ پس ایک احمدی کو اگر کوئی خوف ہونا چاہئے تو خدا تعالیٰ کا کہ کہیں وہ ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ”خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے، ایسا ایمان جو اُس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بُزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔ “

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”ہم احمدی جب یہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو مانا ہے تو ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ کیا ہم نے وہ ایمان اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کی تعلیم قرآنِ کریم نے دی تھی اور جو صحابہ نے اپنے اندر پیدا کیا ہے؟ کیا ہم نے اُس سچائی کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی یا کر رہے ہیں جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مؤمنین کی ایک کثیر تعداد نے اپنے اندر انقلاب لاتے ہوئے پیدا کیا؟ کیا ہم نے اپنے دلوں میں وہ تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کی جس کا ذکر ہم صحابہ رِضْوَانُ اللّٰہ عَلَیْھِم کی سیرت میں سنتے اور پڑھتے ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تو اپنی زندگی میں اپنے صحابہ کی زندگی میں یہ انقلاب پیدا فرمایا تھا جس کا ذکر مَیں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے واقعات جب بیان کرتا ہوں تو اُس حوالے سے کرتا رہتا ہوں۔ یہ فقرہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے کہ ”میں بھیجا گیا ہوں تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو... **سو یہی افعال میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں۔**“

(خطبہ جمعہ 22/ اپریل 2011ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

✿✿✿✿